الحاد کی سائنسی و تہذیبی جہات: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

Scientific and cultural Aspects of Ethiesm : Analytical Study in the light of Islamic teachings

DOI: 10.5281/zenodo.7427432

ڈاکٹر سمیرا ربیعہ*

ڈاکٹر اقصیٰ طارق**

عائشہ شبیر***

Abstract

Intellectual invasion and ideological war is the one that is fought with other means instead of guns, missiles, tanks, ammunition, in an extraordinary planned and highly organized way. The mentality, education and training, society and economy of nations and Civilizations and ideas are changed. In Western thought, the open preaching of absolute freedom, the full enjoyment of life and the fulfillment of the demands of the self was done. Everything was denied except pleasure and lust, showmanship, and material gain. Religious beliefs were proved to be outdated and contrary to reason. Reason was given priority over everything. The result of which was that the people who were influenced by these thoughts and ideas in the world are accepting atheism. The number is increasing day by day. Currently, 7% of the world's total population has become atheist. According to research, their number has reached 450 to 500 million and it is continuously increasing. Atheism is not limited to Western or non-Muslim countries, but a significant number of people in Muslim countries also appear to be affected by it.

Key Words: Atheism, Religion, Cultural, Scientific, Reasoning

فکری یلغار اور نظریاتی جنگ وہ ہے جو آلاتِ حرب توپ، میزائیل، ٹینک، گولے بارود کے بجائے دیگر ایسے ذرائع سے لڑی جاتی ہے۔ غیر معمولی منصوبہ بندی اور انتہائی منظم طریقے سے اقوام و ملل کی ذہنیت، تعلیم و تربیت معاشرت و معیشت، تہذیب و تمدن اور خیالات و نظریات تبدیل کیے جاتے ہیں۔ گویا یہ وہ کارزار ہے جس میں انسان کے جسم کے بجائے عقائد و نظریات پر حملہ ہوتا ہے، جس کے اثرات صدیوں جاری رہتے ہیں، نسل در نسل تقویت کے ساتھ فروغ پاتے رہتے ہیں اور دل دماغ، انداز فکر و نظر، یکسر تبدیلی کا شکار ہوکر ارتداد کی لہروں میں گم ہوجاتا ہے۔ جن افکار میں معصیت کو خوشنما اور دلفریب بناکر پیش کیا جاتا ہے، طبیعتوں کو ہر قید و بندش سے فرد کو ہر ذمہ داری اور جوابدہی سے آزاد باور کروایا جاتا ہے۔ چنانچہ مغربی افکار میں تو مطلق آزادی

* اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ عربی وعلوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

**لیکچرر، ادارہ عربی وعلوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

*** لیکچرر، ادارہ عربی وعلوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

اور بے قیدی کی کھلی تبلیغ کو فروغ دیا گیا۔ زندگی سے پورے تمتع، مطالبات نفس کی پوری تکمیل اور لذت پرستی کی اعلانیہ دعوت دی گئی بلکہ حیات انسانی کے اعلیٰ اقدار کی نہ صرف دھجیاں اڑائیں گئیں، بلکہ لذت ہوی وہوس، ظاہر پرستی، اور مادی نفع کے سواہر چیز کا انکار کیا گیا۔ مرد وزن میں مساوات کا ایسا تصور پیش کیا گیا جس نے خاندانی نظام کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں۔ مذہب کے مسلمہ عقائد کو فرسودہ اور عقل کے متضاد ثابت کیا گیا۔ عقل کو ہر شے پر برتری عطا کی گئی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دنیا میں اس وقت ان افکار و نظریات سے متاثر ہو کر لادینیت یا الحاد کی طرف جانے والے افراد کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے۔ اس وقت دنیا کی کل آبادی کا 7 فیصد حصہ ملحد ہو چکا ہے۔ تحقیق کے مطابق ان کی تعداد 450 سے 500 ملین تک پہنچ چکی ہے اور اس میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ الحاد صرف مغربی یا غیر مسلم ممالک تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ مسلم ممالک کے عوام کی ایک قابل ذکر تعداد بھی ان سے متاثر ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ لہٰذا موضوع ہذا کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کو تحقیق کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔ مقالہ ہذا چار بنیادی مباحث پر مبنی ہو گا۔ مبحث اول میں جدید ملحدانہ افکار و نظریات کا تعارف پیش کیا جائے گا۔ مبحث دوم میں ان ملحدانہ افکار و نظریات کے اسباب کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔ مبحث سوم ان ملحدانہ افکار و نظریات کے اثرات و نتائج پر مشتمل ہو گا۔ جبکہ مبحث چہارم میں ان ملحدانہ افکار و نظریات کے تدارک اور سدباب کے سفارشات و گذارشات پیش کی جائیں گی۔ مقالہ کے اختتام پر نتائج بحث اور مصادر و مراجع کی فہرست موجود ہو گی۔

ملحدانہ افکار و نظریات:

عصر حاضر کی نوجوان نسل جو کہ جدید علوم و فنون سے نہ صرف متاثر بلکہ آراستہ بھی ہے وہ ان علوم اور معاشرت میں آنے والی تبدیلیوں کے باعث مذہب سے بیزار اور ملحدانہ افکار و نظریات کا شکار ہے۔ یہ حقیقت عیاں ہے کہ عقائد و نظریات انسان کی زندگی میں جڑ یا بنیاد کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر ان میں مضبوطی اور پختگی نہیں ہو گی تو انسان کے اعمال، افعال اور اخلاق بھی کسی ایک سمت میں مرتکز نہیں ہوں گے۔ نہ ہی اس کی زندگی کا کوئی ابدی مقصد برقرار رہ پائے گا۔ جبکہ ملحدانہ افکار و نظریات سب سے زیادہ انسان کے عقائد و نظریات کو متاثر کر کے ان کو توڑ پھوڑ کا شکار کر دیتی ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ انسان کے اعمال و افعال پر پڑتا ہے۔ نہ صرف اس کے خیالات اور احساسات انتشار کا شکار ہوتے ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس کے اعمال و افعال میں بھی یکسانیت اور ارتکاز نہیں رہتا۔ وہ منزل کی تلاش میں اِدھر اُدھر بھٹکتا رہ جاتا ہے۔ وہ لوگ جو کہ ملحدانہ افکار و نظریات کا شکار ہیں نہ صرف ذہنی سکون سے محروم ہو جاتے بلکہ اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کی زندگیوں میں بھی بے چینی اور بے سکونی پیدا کرتے ہیں۔ مذہب کے حوالے سے پائی جانے والی ملحدانہ افکار و نظریات کا نتیجہ اکثر انکار مذہب کی صورت میں نکلتا ہے جو انسان کے لیے ملحدانہ افکار و نظریات سے بھی بڑھ کر نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ اب نہ صرف وہ ابدی ہدایت و رہنمائی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اخروی ناکامی بھی اس کا مقدر ٹھہرتی ہے۔ عصر حاضر میں الحاد کے رجحان میں خطرناک حد تک اضافہ معاملہ کی سنگینی کو ظاہر کرتا ہے۔ انسان جو کہ انکار مذہب کو تمام بیڑیوں و پابندیوں سے چھٹکارے اور حقیقی آزادی کے حصول کا ذریعہ سمجھ کر اس کی طرف لپک

رہا ہے دراصل اپنی خواہشات کے ہاتھوں گرفتار اور ان کا غلام ہو چکا ہے۔ وہ اس کی زندگی اور آخرت کو سنوار دینے والی مذہبی غلامی سے نجات پا کر نفسانی اور طاغوتی خواہشات کی غلامی کا ایسا طوق اپنی گردن میں ڈالتا ہے جو نہ صرف آخرت بلکہ اس دنیا میں بھی اس کے لیے ذلت و خواری کا باعث بنتا ہے۔

الحاد کا لفظ بھی عربی زبان سے مستعار لیا گیا ہے جس کا مادہ اصلی ل، ح، د ہے۔ اس کے معنی دین سے ہٹنا، دین میں طعن کرنا، جھگڑا کرنا، احکام خداوندی کو چھوڑ کر ظلم کی طرف مائل ہونا، اللہ کے بارے میں شک کرنا، محارم کو حلال سمجھنا کے ہیں۔[1]

إلحاد إلى الشّرك بالله[2]

ارشاد باری تعالی ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا۠ ○ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ○ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○۱۸۰[3]

(اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں، سو اسے ان کے ساتھ پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کے بارے میں سیدھے راستے سے ہٹتے ہیں، انھیں جلد ہی اس کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔)

انگریزی زبان میں اس کا مترادف "Atheism" ہے۔ جس کا معنی ایسا رویہ اختیار کرنا ہیں جس کی وجہ سے خدا کا انکار کر دیا جائے۔ Athiest ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو خدا کے وجود سے منکر ہو جاتا ہے۔ "Marriam Dictionary" میں اس کی تعریف یوں بیان ہوئی ہے:

> A person who does not believe in the existence of a god or any gods or the one who subscribes to or advocates atheism[4]

آکسفورڈ ڈکشنری کی رو سے اس سے مراد ایسا شخص ہے جس کا خدا کی موجودگی یا اس کی ذات پر یقین نہ ہو۔

> A person who disbelieves or lacks belief in the existence of God or gods.[5]

الغرض الحاد سے مراد ایسے رویہ کو اپنا ہے جس کی رو سے انسان خدا کی ذات کو ماننے سے انکار کر دے، اس کے وجود کے ثبات کا قائل نہ ہو اور اس کی صفات و افعال پر یقین نہ رکھتا ہو۔

الحاد کی تاریخ:

الحاد کی روایت بہت قدیم ہے۔ یہاں تک کہ تحریری طور پر موجود قدیم ترین ادب سے بھی اس کا سراغ ملتا ہے۔ ملحدانہ افکار و نظریات اور الحاد کے حوالے سے یونانی فلاسفر کافی شہرت رکھتے ہیں۔ قدیم یونانی فلاسفر کا ایک گروہ فسطائی کہلاتا ہے جو انتہائی طور پر ملحدانہ افکار و نظریات کا شکار تھا۔ ایسے ہی ایک فلسفی گارجیس (Gorgias) کا بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ ملحدانہ افکار و نظریات کا شکار تھا۔ وہ اپنے اردگرد موجود حقائق اور مشاہدات کو یقینی ماننے سے انکار کرتا تھا۔ اس کا ماننا تھا:

Nothing exists; or, if something does exist, then it cannot be known; or if something does exist and can be known, it cannot be communicated.[6]

سقراط جس کا شمار نامور یونانی مفکرین میں ہوتا ہے اس کا شمار بھی ان افراد میں کیا جاتا ہے جو کہ ملحدانہ افکار و نظریات میں مبتلا تھے۔ سقراط کا مشہور زمانہ فقرہ کہ میں بس یہ جانتا ہوں کہ میں کچھ نہیں جانتا اس کے اس رجحان کی عکاسی کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے:

He knew one and only one thing; that he knew nothing.[7]

آرکیسالس (Arcesilaus c.316-241BC) جو کہ 266 BC میں ایتھنز میں افلاطون کی قائم کردہ "Academy" کا سربراہ مقرر کیا گیا اس کی شہرت بھی ایک ایسے فلسفی کی تھی جو کہ ملحدانہ افکار و نظریات کا شکار تھا۔ کارنیاڈس (Carneades c.214-129B.C.) جو کہ آرکیسالس کے بعد اکادمی کا سربراہ مقرر ہوا اس کا بھی شمار انہی افراد میں ہوتا تھا۔ اس دعوی تھا۔

Nothing can be known, not even this.[8]

یونانی مفکرین کے ہاں پائی جانے والی ملحدانہ افکار و نظریات کی وجہ فلسفہ اور عقل تھی۔ سکٹس (Sextus Empiricus c.200 AD) نے بعد ازاں عقلیت پسندی کے رجحان کو مزید فروغ دیا۔ سکٹس اور اس کے حامیوں کا یہ ماننا تھا کہ کچھ جاننے اور نہ جاننے کا دعوی کرنا برابر ہے۔[9] جب یورپ میں عیسائیت کو فروغ حاصل ہوا تو عیسائی مفکرین اپنی مذہب کی حقانیت کو ثابت کرنے اور یونانی اور رومی مفکرین کی ملحدانہ افکار و نظریات کی روایت کا توڑ تلاش کرنے میں مصروف رہے۔ ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ یقینی علم کا حصول ممکن ہے اور اس کا ذریعہ الہامی ہدایات اور تعلیمات ہیں۔[10] قرون وسطیٰ میں یہ رجحان کم دیکھنے میں آتا ہے لیکن جب یورپ میں نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوا تو ملحدانہ افکار و نظریات اور الحاد کو بھرپور طریقے سے ابھرنے کا موقع ملا۔ فرانسیسی مفکر مائیکل ڈی مانٹیگو (Michel de Montiagne c. 1533-1592)، برٹش مفکر فرانسس بیکن (Francis Bacon) ان دونوں نے ہی اپنے نظریات کی بنیاد ملحدانہ افکار و نظریات کو بنایا۔ ان کا ماننا تھا۔

They knew nothing for certain.[11]

اسی طرح پاسکل (Blaise Pascal) اور ڈیکارٹ (Rene Descartes) نے بھی بڑے محتاط طریقے سے الہامی علم کی حقانیت پر سوال اٹھائے۔ ڈیکارٹ نے خاص طور پر ایک ایسی روایت کو فروغ دیا جسے "Methodological Skepticism" کا نام دیا گیا۔ جس میں اس نے حصول علم کی بنیاد ہی شک کو قرار دیا۔ اس کا کہنا تھا:

I doubt , therefore I think, therefore I am.[12]

ملحدانہ افکار و نظریات کو مزید فروغ برطانوی عقلیت پسند ڈیوڈ ہیوم (David Hume) کے افکار و نظریات سے بھی ملا۔ اس کا کہنا تھا کہ عقلمند انسان اپنے عقائد کی بنیاد ثبوت و شواہدات کو بناتا ہے۔

A wise man, therefore, proportions his belief to the evidence.[13]

ڈیوڈ ہوم کا ماننا تھا کہ عقل کی بنیاد پر ہمیں خدا کی ذات اور اس کے وجود کے ثبات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔[14]

ملحدانہ افکار و نظریات اور الحاد کی موجودہ صورتحال:

ملحدانہ افکار و نظریات اور اس کی بنیاد پر انکار مذہب کا رجحان جدید دور میں فروغ پا رہا ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک میں ملحدین کی قابل ذکر تعداد موجود ہے۔ اگرچہ مذہب کا برملا انکار کرنے والوں کے مقابلے میں ان لوگوں کی تعداد زیادہ ہے جو کسی نہ کسی مذہب سے وابستہ ہونے کے باوجود خدا کی ذات پر یقین نہیں رکھتے۔[15] اسی طرح سے وہ لوگ جو خود کو ملحد (Atheist) کہلواتے ہیں ان کے مقابلے میں ایسے افراد کا تناسب زیادہ ہے جو خدا کی ذات پر یقین نہیں رکھتے۔[16] ماہر سماجیات "Phil Zuckerman" کے مطابق دنیا بھر میں ایسے افراد کی تعداد 500 سے 700 ملین تک ہے جن کا خدا کی ذات پر اعتقاد نہیں ہے۔[17] جبکہ دنیا بھر میں ایسے افراد کی تعداد 200 ملین سے 250 ملین تک ہے جو کہ خود کو "ملحد" کہلواتے ہیں۔[18] ان میں سے زیادہ تر تعداد چین اور روس کے باشندوں کی ہے۔[19] ایک اور تحقیق کے مطابق دنیا بھر میں ایسے افراد کی تعداد تقریباً 7٪ ہے۔ جو کہ خدا پر یقین نہیں رکھتے ہیں۔[20] ان میں سے تقریباً 76٪ افراد کا تعلق ایشیاء سے ہے، 12٪ کا یورپ سے اور 5٪ کا امریکہ سے۔[21] "Pew Research Centre" کی 2012 میں عالمی پیمانے پر کی جانے والی تحقیق کے مطابق دنیا کی 16٪ فیصد آبادی ان افراد پر مشتمل ہے جو کہ مذہب سے وابستہ نہیں ہیں۔[22]

ملحدانہ افکار کی مختلف جہات:

عصر حاضر میں ملحدانہ افکار و نظریات کی کئی جہات ہیں جن میں عقلی، سائنسی اور تہذیبی جہتیں نمایاں ہیں۔ دور جدید کا غالب رجحان عقل پرستی، مادیت پرستی اور نفس پرستی ہے۔ لہذا ہر وہ شے جو انسان کے تجربے و مشاہدے سے باہر ہو، اس کے نفس کو پابند کرتی ہو، اس کا یا تو انکار کر دیا جاتا ہے یا پھر عوام الناس کو اس بارے میں ملحدانہ افکار و نظریات میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔

اس کی بنیاد عقلیت پرستی (Rationalism) کا فروغ پانے والا رجحان ہے۔ جس کا باقاعدہ آغاز مغرب میں نشاۃ ثانیہ کے بعد ہوا اور اب وہ پوری دنیا میں تیزی سے پھیل رہا ہے۔ زیر بحث عقلیت پرستی کے آغاز کا سہرا مغربی فلسفی رینل ڈیکارٹ کے سر ہے۔ جن کو جدید فلسفہ کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ ان کا یہ ماننا تھا کہ ہر تمام اقسام کے علوم جس میں ریاضیاتی، سائنسی، طبیعاتی اور مابعد از طبیعاتی علوم شامل ہیں، کی بنیاد عقل ہے۔ صرف عقل ہی کی مدد سے ہم اشیاء کی ماہیت اور حقیقت کو جان سکتے ہیں۔[23]

خدا کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ کائناتی سطح پر انسان کی ہستی کا ایک خیالی انعکاس ہے، دوسری دنیا کا عقیدہ انسان کی اپنی آرزوؤں کی ایک خوبصورت تصویر سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا، وحی والہام محض بچپن میں دبے ہوئے خیالات کا ایک غیر معمولی اظہار ہیں۔[24]

ریشنلزم یا عقلیت پسندی کا نتیجہ یہ نکلا کہ اول تو ہر چیز کی بنیاد عقل کو ٹھہرایا جانے لگا اور دوسرا یہ کہ ہر اس چیز کو رد کر دیا گیا جو عقل کے معیار پر پوری نہ اتر رہی ہو۔ الہامی ہدایات اور احکامات کا انکار اور انسان کے بنائے ہوئے قوانین کو فوقیت دی جانے لگی۔ عقلیت پسندوں نے یہ سمجھا کہ انسان کے پاس عقل کی صورت میں ایسا آلہ موجود ہے جس کی مدد سے وہ اپنے اچھے اور برے کی پہچان رکھتا ہے اور یہ طے کر سکتا ہے کہ اس کے لیے کیا صحیح ہے اور کیا غلط؟ لہذا اس کو کسی الہامی ہدایت یا رہنمائی کی ضرورت نہیں ہے۔[25] اس طرز فکر سے متاثر افراد مذہب اور مذہبی لٹریچر میں پائی جانے والی ان تمام باتوں کا انکار کر دیتے ہیں جو ان کی عقل پر پوری نہیں اترتی۔ ہر وہ بات جس میں بظاہر کوئی تضاد پایا جاتا ہو اس کو رد کر دیا جاتا ہے۔ اس حقیقت کو سید قطب شہید اس طرح بیان کرتے ہیں:

> اٹھارویں صدی کے نصف میں جب روشن دور شروع ہوا تو عقل خدا بن گئی۔ ساری خارجی دنیا عقل کی کارستانی کا مظہر قرار پائی۔ اور اسے یہ حق مل گیا کہ زندگی کے تمام پہلوؤں پر حکمرانی کرے اور اسی کی رائے آخری اور قطعی سمجھی جائے۔ یہیں سے انسان کو پوری آزادی مل گئی اور کسی غیر انسان کی کوئی قدغن باقی نہ رہی۔ اسی روشن دور میں مذہب کو زندگی سے خارج کر دیا گیا۔[26]

انسانی عقل کی محدودیت کو لا محدود تصور کر کے جب اشیاء اور عوامل کو پرکھا جاتا ہے تو اکثر انسان غلط نتائج تک جا پہنچتا ہے جو کہ الہامی ہدایات کے برعکس ہوتے ہیں۔ لیکن یہ طبقہ چونکہ عقل کو فوقیت دیتا ہے لہذا ان غلط نتائج کو بھی درست سمجھ کر قبول کر لیتا ہے۔ جدید دور میں اس طرز فکر سے متاثر ہونے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اس فروغ کے پیچھے کیا عوامل اور کوتاہیاں موجود ہیں اس سے قطع نظر یہ اپروچ دور جدید کے انسان کو ملحدانہ افکار و نظریات کا شکار بنا کر انکار مذہب تک لے جانے کا سبب بن رہی ہے۔

سائنسی جہت

ملحدانہ افکار کی ایک اور قابل ذکر جہت سائنسی علوم ہیں۔ سائنسی علوم و فنون افراد میں ملحدانہ افکار و نظریات کے پھیلاؤ اور بالآخر انکار مذہب کا باعث بن رہے ہیں۔ جہاں تک جدید سائنس کا تعلق ہے تو اس کی بنیاد سائنسی طریقہ کار ہے۔ سائنسی طریقہ کار میں مشاہدات اور تجربات کو اولیت دی جاتی ہے۔ سائنس دانوں کے نزدیک صرف وہی چیز قابل قبول ہے جو مشاہدے میں سما سکے اور اس کو تجربے کے ذریعے ثابت کیا جا سکے۔ موجودہ سائنسی طریقہ کار جو کہ جدید سائنس کی بنیاد تصور کیا جاتا ہے اس کا آغاز سترھویں صدی میں ہوا اور مغربی سائنسدان نیوٹن کو اس کا بانی تصور کیا جاتا ہے۔[27]

اس طرز فکر کے حامی افراد ہر اس چیز اور حقیقت کا انکار کر دیتے ہیں جو ان کے حواس خمسہ کی گرفت میں نہ آ سکے یا پھر وہ اس کا براہ راست مشاہدہ و تجربہ نہ کر سکیں۔ مذہب کی بنیاد خدا کا تصور اور اس سے جڑی چند ازلی و آفاقی حقیقتیں ہیں۔ مثلاً یہ کہ اس کائنات کا خالق و مالک خدا ہے۔ وہ انسانوں کا رازق ہے اور کوئی شے اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔ انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے وہ پیغمبروں کو مبعوث اور الہامی کتب کو نازل کرتا ہے۔ اس کائنات کے نظام کو چلانے کے لیے اس کی تخلیق کی ہوئی مخلوق فرشتے ہر

وقت چوکس و مستعد ہیں۔ وہ ان کے ذریعے اپنے پیغمبروں پر وحی نازل کرتا۔ اور خدا اس بات پر قادر ہے کہ وہ اس دنیا کو ایک دن ختم کر دے اور انسان کے لیے روز سزا اور جزا کو قائم کر دے۔ مذہب کی یہ بنیادی حقیقتیں جن خدا کی ذات، وحی، پیغمبر، فرشتے اور روز جزا و سزا شامل ہیں چونکہ مشاہدے اور تجربہ میں نہیں سماتے لہذا سائنسی فکر سے متاثر افراد ان کو رد کر دیتے ہیں۔[28]

سائنس کو ایک ایک علم کی حیثیت سے دیکھا اور پرکھا جائے تو وہ مابعد از طبیعاتی حقائق کا انکار نہیں کرتی۔ وہ اس بارے میں خاموشی اختیار کرتی ہے۔ لیکن اس علم سے جڑے افراد یا اس کے متاثرین، علم اور حقیقت کی بنیاد تجربے اور مشاہدہ کو قرار دے دیتے ہیں۔ جس کا لازمی نتیجہ مابعد از طبیعاتی حقائق کا انکار نکلتا ہے۔ ایسے سائنسدان اس کائنات کی تخلیق کا باعث "Big Bang" کو قرار دیتے ہیں۔[29] لہذا اس نظریہ کو قبول کرنے کے بعد لوگ خالق کائنات کے بارے میں ملحدانہ افکار و نظریات کا شکار ہو کر اس کا انکار کر دیتے ہیں۔[30]

دنیا میں زندگی کے آغاز اور موجودگی کے حوالے سے سائنس جو توجیہ پیش کرتی ہے اس کو ڈارون کے نظریہ ارتقاء (Therory of Evolution) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس نظریہ کی رو سے اس دنیا میں زندگی کا آغاز کسی خالق کا مرہون منت نہیں ہے بلکہ زندگی کا آغاز خود بخود حادثاتی طور پر ہوا۔ اس دنیا میں پائی جانے انواع حیات کا تنوع، پیچیدگی اور بے عیبی کسی خالق کی کارستانی نہیں ہے بلکہ یہ ارتقاء کا نتیجہ ہے۔ نظریہ ارتقاء کی رو سے اس دنیا میں زندگی کا آغاز نہایت سادہ شکل میں ہوا۔ پہلا جاندار یک خلوی (Unicellular) تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ زندگی میں تنوع اور ارتقاء ہوا۔ یک خلوی سے کثیر خلوی جاندار (Multicellular) تشکیل پائے اور پھر ان کی مختلف اقسام وجود میں آئیں۔ لیکن یہ سب ماحولیاتی اور جینیٹک (Genetic Mutations) تبدیلیوں کی وجہ سے ہوا۔[31]

سائنسی ماہرین کے نزدیک تجربات و مشاہدات کی بناء پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ کائنات کا نظام قدرتی قوانین کی بدولت چل رہا ہے۔ اس کائنات کی ہر شے یہاں تک کہ انسان بھی ان قدرتی قوانین کے پابند ہیں۔ اس سوچ اور فکر کا نتیجہ انکار خالق کائنات اور پھر مذہب کی صورت میں نکلتا ہے۔ چونکہ سائنس دان ماورائے حواس اشیاء کے وجود کے ثبات کے قائل نہیں لہذا ان سے انکار کر دیا جاتا ہے۔[32]

اس طریق فکر کے مطابق مذہب حقیقی واقعات کی غیر حقیقی توجیہہ ہے، پہلے زمانے میں چونکہ انسان کا علم بہت محدود تھا، اس لیے واقعات کی صحیح توجیہہ میں اسے کامیابی نہیں ہوئی اور اس نے مذہب کے نام سے عجیب عجیب مفروضے قائم کر لیے۔ مگر ارتقاء کے عالمگیر و قانون نے آدمی کو اس اندھیرے سے نکال دیا ہے اور جدید معلومات کی روشنی میں یہ ممکن ہو گیا ہے کہ اٹکل پچو عقائد پر ایمان رکھنے کی بجائے خالص تجرباتی اور مشاہداتی ذرائع سے اشیاء کی حقیقت معلوم کی جائے۔[33]

اس فکر کے حاملین یہ سمجھتے ہیں کہ جدید طریق مطالعہ نے ہمیں بتا دیا ہے کہ خدا کا وجود فرض کرنا انسان کی کوئی واقعی دریافت نہیں تھی بلکہ یہ محض دور لاعلمی کے قیاسات تھے جو علم کی روشنی پھیلنے کے بعد خود بخود ختم ہو گئے۔ مغربی مفکر جولین ہکسلے کے مطابق:

نیوٹن نے دکھا دیا ہے کہ کوئی خدا نہیں ہے جو سیاروں کی گردش پر حکومت کرتا ہو، لاپلاس نے اپنے مشہور نظریے سے اس بات کی تصدیق کر دی ہے کہ فلکی نظام کو خدائی مفروضہ کی کوئی ضرورت نہیں، ڈارون اور پاسچر نے یہی کام حیاتیات کے میدان میں کیا ہے اور موجودہ صدی میں علم النفس کی ترقی اور تاریخی معلومات کے اضافے نے خدا کو اس مفروضہ کے مقام سے ہٹا دیا ہے کہ وہ انسانی زندگی اور تاریخ کو کنٹرول کرنے والا ہے۔[34]

تہذیبی جہت:

ملحدانہ افکار و نظریات کی بنیادی وجوہات جہاں عقلیت پسندی اور سائنس ہیں وہیں کئی تہذیبی عوامل و نظریات بھی اس میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ دور جدید کے تہذیبی عناصر کا اگر تجزیہ کیا جائے تو ان کی ابتداء و آغاز کا سلسلہ مغربی نشاۃ ثانیہ سے جڑا ہوا نظر آتا ہے۔ سولہویں اور سترھویں صدی میں جب مغرب میں نشاۃ ثانیہ کا آغاز اور علوم و فنون کا احیاء ہوا تو کئی سماجی اور تہذیبی نظریات و اقدار نے بھی جنم لیا۔ جنھوں نے نہ صرف انسان کے رہن سہن کو بدلا بلکہ اس کی سوچ اور فکر کو بھی نیا رخ دیا۔

اگر ان تہذیبی اور سماجی نظریات و رجحانات کا جائزہ لیا جائے تو ان میں قابل ذکر سیکولزم، لبرلزم، کمیونزم، سوشلزم، نیشلزم، ریشنلزم، امپیرلزم اور ہیومنزم شامل ہیں۔ ان تمام ازمز میں ایک چیز مشترکہ ہے کہ انھوں نے انسانوں کو ہر لحاظ سے آزادی اور برتری و فضیلت سے نوازا۔ ہر شے کا معیار انسان، اس سے جڑی خواہشات اور اس کی پسند ناپسند کو قرار دیا گیا۔ نہ صرف انسانی عقل اور تجربے و مشاہدے کو سند قبولیت عطا کی گئی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس کو ازلی و آفاقی آزادی سے بھی نواز دیا گیا۔[35] اب نہ تو خدا کے تابع اور نہ ہی خدا کے بنائے ہوئے قوانین کا پابند اس کو رہنے دیا گیا۔ اس کو یہ حق عطا کیا گیا کہ وہ اپنے لیے قوانین خود تشکیل دے۔ اس کے برے اور بھلے کا معیار بذات خود اسے تجویز کیا گیا۔[36]

یہ تمام ازمز جن کا آغاز مغرب سے ہوا آج پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہیں۔ انسان کی مادر پدر آزادی کا نتیجہ یہ نکلا ہے آج وہ کسی بھی قسم کی پابندی، خصوصا، مذہب کی لگائی ہوئی پابندی کو قبول کرنے کو تیار نہیں ہے۔ جبکہ مذہب تو ہے ہی قبولیت اور اطاعت کا نام۔ اس رد و قبول میں تصادم کا انجام انکار مذہب کی صورت میں نکل رہا ہے۔ آج مغربی تہذیب کی چکا چوند سے اکثریت متاثر ہے۔ مذہب ان کو فرسودہ روایات کا مجموعہ دکھائی دیتا ہے۔ جس کو آج کے دور میں ناقابل استفادہ قرار دیا جا چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ایسے افراد کی تعداد میں اضافہ ہو رہا جو مذہب کے حوالے سے یا تو ملحدانہ افکار و نظریات کا شکار ہیں یا پھر صرف خانہ پری کے لیے کسی نہ کسی مذہب سے جڑے ہوئے ہیں یا مذہب سے بیزار خدا کا انکار کر رہے ہیں۔[37] مغرب کی مادیت پرستی کے رجحان سے متاثر قومی رہنماؤں اور لیڈروں کے طرز عمل کی نشاندہی کرتے ہوئے سید ابو الحسن علی ندوی فرماتے ہیں:

ان کے سامنے ملک کی صرف مادی ترقی وخوشحالی ہے۔ اس کا مقصد معیار زندگی کو بلند کرنا اور ان قوموں کی برادری میں شامل ہونا ہے جو مادہ اور محسوسات کے سوا کسی اور چیز سے واقف نہیں اور طاقت کے سوا ان کا کوئی معبود نہیں، مادی ترقی اور ارضی خوشحالی کے سوا ان کا کوئی نصب العین اور مقصود نہیں۔ وہ صرف انسانوں کے اس مجموعہ کو معتبر مانتی ہیں جن کو کوئی قومی یا سیاسی معاہدہ مربوط کرتا ہے اور وہی اس کے نزدیک عزت واحترام کا مستحق ہے۔ اس ذہن ومزاج اور نفسیات نے ہر دور میں دنیا کو مصیبت میں ڈالا ہے۔ مذہب نے اس تنگ اور مریض ذہنیت کے خلاف جہاد کیا ہے۔[38]

سید قطب شہید اسی تہذیبی الحاد کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یورپ میں سب کچھ درست ہو سکتا ہے مگر یہ درست نہیں ہو سکتا کہ مذہب کا کسی مقام پر تذکرہ آئے۔ یا انسان کی تمدنی حالت، یا اجتماعی اور معاشی نظام یا اس کے عملی تعلقات وروابط اور فنی طریقوں سے مذہب کا کوئی ربط ہو۔ بلکہ ان کو اس بات کا انتہائی شدید شوق ہے کہ انسانیت کی تحقیر کریں۔ اسے گندگیوں میں ملوث کریں۔ اسے حیوان اور جنس کی نجاست میں لتھڑا ہوا بتائیں اور اسے مادہ کے جبری قوانین اور اقتصاد کی قوت قاہرہ کے سامنے مغلوب کریں۔[39]

مولانا محمد اسد کے خیال میں جدید مغرب کے ہر پہلو پر مادی منفعت اور توسیع پسندی کا تصور غالب ہے۔ اہل مغرب کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ زندگی کے خزانے دریافت کیے جائیں اور انھیں کام میں لایا جائے۔ مگر وہ زندگی میں کسی اخلاقی قدر کے اضافے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ زندگی کے معنی اور اس کے مقاصد ایک مغربی کی نظر میں عرصہ دراز سے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مغربی تمدن بالکلیہ اللہ کے وجود کا منکر نہیں ہے۔ مگر موجودہ فکری نظام میں اللہ کے لیے کوئی گنجائش بھی نہیں ہے۔ آج کا ایک مغربی شخص ساری عملی اہمیت صرف ان افکار کو دیتا ہے جو تجربی علوم کے دائرے میں آتے ہیں یا ان افکار کو اہمیت دیتا ہے جو انسان کے اجتماعی تعلقات پر محسوس طریقے سے اثر انداز ہوتے ہوں، چونکہ اللہ کا مسئلہ ان دونوں قسم کے انکار کے ذیل میں نہیں آتا اس لیے مغربی عقل اللہ کو عملی اعتبار سے ساقط کر دیتی ہے۔[40]

ملحدانہ افکار و نظریات کا سدباب

الغرض عقلیت پرستی میں مبتلا، آزادی اور حقوق کے حصول کی دوڑ میں شریک نسل انسانی کی اکثریت آج اپنی نفسانی خواہشات کے ہاتھوں اس طرح مجبور و بے کس ہے کہ وہ کسی قسم کی مذہبی بندش کو قبول کرنے کو تیار نہیں ہے۔ اور ملحدانہ افکار و نظریات کی عقلی، سائنسی یا تہذیبی جہتوں میں کسی نہ کسی کا آلہ کار بن چکی ہے۔ ایسی صورتحال میں مذہب کو بالعموم اور اسلام کو بالخصوص جو خطرات اور چیلنجز درپیش ہیں ان کا حل تلاش کرنا وقت کی اولین ضرورت ہے اور یہ فریضہ امت مسلمہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَي النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۭ[41]

(اور اسی طرح تو ہم نے تمھیں ایک " امت وسط " بنایا ہے، تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم پر گواہ ہوں)

ان چیلنجز سے نپٹنے کے لیے یقینا مصادر حقیقی قرآن و سنت رسول ﷺ ہی ہیں۔ قرآنی تعلیمات اور سیرت رسول ﷺ کو بنیاد بنا کر ہی ہم اس قابل ہوں گے کہ امت مسلمہ کو بالخصوص اور نسل انسانی کو بالعموم ملحدانہ افکار و نظریات اور الحاد کا شکار بننے سے روک سکیں۔ اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ملحدانہ افکار و نظریات اور الحاد کا باعث بننے والے عوامل کی نشاندہی کے بعد ان کی سرکوبی کے لیے لائحہ عمل تجویز کیا جائے۔

1۔ قرآن و سنت میں غور و فکر اور رہنمائی کا حصول

ملحدانہ افکار و نظریات اور الحاد کی ایک اور بہت اہم وجہ انسانی عقل اور اس کو تمام ذرائع علم پر فوقیت دینا ہے۔ جب عقل انسانی کو ہی اچھائی اور برائی، غلط اور درست معیار تصور کیا جا رہا ہو تو ہر وہ شے جو کہ انسانی عقل کے دائرے میں نہیں آتی یا اس سے ٹکراتی ہے اس سے انکار کر دیا جاتا ہے۔ یہی طریقہ کار جب مذہب اور اس کی تعلیمات کے حوالے سے بھی اختیار کیا جاتا ہے تو نتیجہ ملحدانہ افکار و نظریات یا الحاد کی صورت میں نکلتا ہے۔ انسانی عقل و شعور کی بدولت اذہان میں شکوک و شبہات اور سوالات کا جنم لینا ناگزیر ہے۔

مذہب کے حوالے سے ایک تصور یہ بھی پایا جاتا ہے کہ مذہب انسان کو پابند کر دیتا ہے اور وہ تقاضا کرتا ہے کہ اس پر آنکھیں بند کر کے تہہ دل سے ایمان لایا جائے۔ اگر اس کی تعلیمات میں عقلی لحاظ سے تضاد ہی کیوں نہ ہو اس کو من و عن قبول کیا جائے۔ اس غلط فہمی پیدا ہونے کے پیچھے بہت بڑا ہاتھ قرون وسطیٰ کے عیسائی علماء کے طرز عمل کا ہے۔ جنھوں نے مذہب کو کلیسا اور پوپ کے ہاتھوں کا کھلونا بنا دیا تھا۔ لوگوں کو اس بات پر مجبور کیا کہ ان کو مذہب کا جو بھی پیکج دیا جائے وہ اس کو بغیر سوچے سمجھے، غور و فکر کیے قبول کر لیں۔ اس سے کسی اختلاف کی گنجائش نہیں نکلتی۔ عیسائی علماء اور کلیسا کا یہی رویہ مغرب میں مذہبی بیزاری کی وجہ بنا تھا۔[42] لہٰذا نشاۃ ثانیہ کے بعد جہاں دوسری تبدیلیاں آئیں وہاں ایک یہ بھی تھی کہ مذہب کو خلاف عقل تصور کیا جانے لگا اور یہ سوچ اس حد تک نوع انسانی کے اذہان میں نفوذ کر گئی کہ پھر بغیر جانے پرکھے اس کو اپنایا جانے لگا۔[43]

ملحدانہ افکار و نظریات اور الحاد کا شکار ہونے والے بیشتر افراد کا نقطہ نظر یہی ہوتا ہے کہ مذہب ایک ایسی شے ہے جو کہ عقل سے متضاد ہے۔ یہ خلاف عقل اور لایعنی تصورات کا مجموعہ ہے۔ یہ سوچ پہلے تو صرف عیسائیت کے ساتھ ہی وابستہ تھی مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دنیا کے تمام مذاہب کو اس رویہ کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ اسلام جس کے ماننے والے اور جس کے ماہرین اس کو عقلی معیار پر ہر لحاظ سے پورا اترنے والا مذہب تصور کرتے ہیں اس کے بارے میں بھی یہی تصور کیا جانے لگا کہ یہ ایک ایسا مذہب ہے جو عقل انسانی کے موجودہ معیار پر پورا نہیں اترتا۔ اس کی تعلیمات آج سے چودہ سو سال پرانے دور سے تعلق رکھتی ہیں جن کی پیروی اور جن کے اطلاق کی دور جدید میں گنجائش نہیں نکلتی۔[44]

ملحدانہ افکار و نظریات اور الحاد کے اس رویہ کی وجہ جو بھی ہو اس کا حل تلاش کرنا بہت ضروری ہے۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ قرون وسطیٰ میں پایا جانے والا یہ رجحان کہ مذہب کو جو ہے جیسا ہے کہ بنیاد پر قبول کیا جائے، آج ہمارے معاشرے میں بھی پروان چڑھ رہا ہے۔ قرآن جو کہ ہمیں جابجا غور و فکر کی دعوت دیتا نظر آتا ہے اس کو نظر انداز کر کے اس بات پر زور دیا جانے لگا ہے کہ مذہبی تعلیمات کے حوالے سے شکوک وشبہات اور سوال وجواب کی گنجائش نہیں نکلتی۔ دوسری طرف جب ہم قرآنی تعلیمات کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں جابجا غور و فکر اور تفکر و تدبر کی دعوت دکھائی دیتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭوَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا 82ؑ[45]

(کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت سے اختلاف پاتے)

اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ[46]

(کیا انھوں نے آسمانوں اور زمین کے نظام اور ان چیزوں پر غور نہیں کیا جو خدا نے پیدا کی ہیں۔)

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ [47]

(غور کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔)

بلکہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں اپنی آیات کی مقصد ہی یہ بتاتے ہیں کہ لوگ ان میں غور و فکر کریں۔ سورۃ البقرہ میں ارشاد ہوتا ہے:

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ٢٦٦ؑ[48]

(اللہ تعالیٰ اسی طرح کھول کھول کر بیان کرتا ہے تمہارے لیے اپنی آیتیں تاکہ تم غور و فکر کرو)

یہ تمام آیات اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ ہم کو ان تمام امور میں غور و فکر کرنا ہو گا جن کی وجہ سے آج لوگوں کو مذہب کے حوالے سے ملحدانہ افکار و نظریات اور الحاد کا سامنا ہے۔ ملحدانہ افکار و نظریات اور الحاد کے سدباب کے لیے آج غور و فکر کی جتنی ضرورت علوم اسلامی کے ماہرین کو ہے اتنی شاید اور کسی کو نہیں۔ جب تک وہ قرآن و سنت میں غور و فکر نہیں کریں گے لوگوں کے اذہان میں پیدا ہونے والے شکوک وشبہات کے تسلی بخش جواب نہیں دے پائیں گے اور نہ ہی عصر حاضر میں اسلام کی حقانیت اور ضرورت و اہمیت کو واضح کر پائیں گے۔ لہذا ملحدانہ افکار و نظریات اور الحاد سے بچاؤ اور سدباب کا سب سے اہم ذریعہ قرآن میں غور و فکر کرنا ہے۔ تاکہ مذہب کے حوالے سے جو الجھاؤ پیدا ہو رہا ہے اس کو دور کیا جاسکے۔

نبی کریم ﷺ نے جو علم و حکمت کو مومن کی گم شدہ میراث قرار دیا ہے اس کے پیچھے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ علم و حکمت ہی وہ کڑی ہے جو مومن کو کامیابی سے ہمکنار کر سکتی ہے۔ شکوک وشبہات کے ازالہ کے لیے کیے جانے والے سوال ایمان کی کمزوری نہیں بلکہ اس کی مضبوطی و استحکام کی بنیاد ہوتے ہیں اور ان کا تسلی بخش جواب دیا جانا بہت ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراھیمؑ نے

جب اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ کس طرح مردوں کو زندہ کرتے ہیں تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے نہ تو ان کو ان کے اس عمل پر تنقید کا نشانہ بنایا اور نہ ہی جیسا ہے ویسا ہی کی بنیاد پر قبولیت اور اطاعت کا حکم دیا۔ بلکہ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اطمینان اور ایمان کی مضبوطی کا سامان کیا۔[49]

2۔ جدید علوم کی تحصیل

ملحدانہ افکار و نظریات کی ایک وجہ سائنسی نظریات اور علوم ہیں۔ وہ لوگ جو اس میدان سے وابستہ ہوتے ہیں یا اس کا علم رکھتے ہیں ان کے اذہان میں مذہب کی حقانیت کے حوالے سے ملحدانہ افکار و نظریات پیدا ہوتی ہے۔ اگر اس ملحدانہ افکار و نظریات کا سدباب نہ کیا جاسکے جو کہ عموماً نہیں ہو پاتا تو بات آگے بڑھ کر انکار مذہب تک چلی جاتی ہے۔ سائنسی نظریات اور علوم کی وجہ سے مذہب کے حوالے سے ملحدانہ افکار و نظریات کے پیدا ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ مذہبی تعلیمات اور سائنسی حقائق میں تضاد پایا جاتا ہے۔ مذہب اپنی تعلیمات کی بنیاد حواس و مشاہدات کی بجائے الہامی ہدایات کو بناتا ہے جن کا مصدر ایک ایسی ذات ہے جو براہ راست مشاہدات و تجربات سے ماوراء ہے۔ جبکہ سائنس صرف اسی کو حقیقت مانتی ہے جو اس کے جانچ پڑتال کے طریقہ پر پورا اترے۔ لہذا جو لوگ سائنسی طریقہ کار کو درست خیال کرتے ہیں وہ حواس و مشاہدات کو ہی حقائق کی بنیاد سمجھ لیتے ہیں جس کا نتیجہ مذہب کے بارے میں پیدا ہونے والی ملحدانہ افکار و نظریات کی صورت میں ہی نکلتا ہے۔[50] مولانا وحید الدین خان اس طرز فکر کے حوالے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> لیکن مذہب کے خلاف دور جدید کا جو مقدمہ ہے وہ اصلاً طریق استدلال کا مقدمہ ہے یعنی اس کا مقدمہ ہے کہ علم کی ترقی نے حقیقت کے مطالعہ کا جو اعلیٰ اور ارتقاء یافتہ طریقہ معلوم کیا ہے مذہب کے دعوے اور عقیدے اس پر پورے نہیں اترتے، یہ جدید طریقہ مشاہدہ اور تجربہ کے ذریعے حقائق کو معلوم کرنے کا طریقہ ہے، اب چونکہ مذہب کے عقائد ماورائے احساس دنیا سے متعلق ہونے کی وجہ سے تجربہ اور مشاہدہ میں نہیں آسکتے اس کا استدلال تمام تر قیاس اور استقراء پر مشتمل ہے اس لیے وہ غیر حقیقی ہیں اور ان کی کوئی علمی بنیاد نہیں ہے۔ مگر یہ مقدمہ بجائے خود صحیح نہیں ہے، جدید طریق مطالعہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صرف وہی چیز اپنا حقیقی وجود رکھتی ہے جو براہ راست ہمارے تجربے میں آئی ہو، بلکہ براہ راست تجربے میں آنے والی چیزوں کی بنیاد پر جو علمی قیاس کیا جاتا ہے وہ بھی اسی طرح حقیقت ہو سکتا ہے جیسے کوئی تجربہ۔ نہ تجربہ محض تجربہ ہونے کی وجہ سے صحیح ہے اور نہ قیاس محض قیاس ہونے کی بناء پر غلط، دونوں میں غلطی کا امکان ہو۔[51]

عام طور پر اس کا جو حل تصور کیا جاتا رہا ہے اور جس پر ہمارے مذہبی جامعات اور اداروں میں عمل بھی کیا جارہا ہے وہ یہ ہے کہ آپ سائنس کو پڑھنا ہی چھوڑ دیں۔ جب آپ کے پاس سائنس کا علم ہی نہیں ہو گا تو ملحدانہ افکار و نظریات بھی پیدا نہیں ہو گی۔ لیکن اس طرز عمل سے الٹا نقصان ہوا اور سائنسی علوم کی وجہ سے پیدا ہونے والی ملحدانہ افکار و نظریات نا قابل علاج ہوتی چلی گئی۔ کیونکہ وہ افراد جن کی تعلیم و تربیت مذہبی تعلیمی اداروں کی بجائے غیر مذہبی اور رسمی تعلیمی اداروں میں ہوتی ہے، سائنسی علوم کا حصول ان کے لیے لازم ٹھہرتا ہے۔ یہاں سائنس اور مذہب کے درمیان پایا جانے والا تضاد ان کے لیے ملحدانہ افکار و نظریات کا باعث بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان نوجوان جو کہ جدید تعلیمی اداروں میں یا مغربی اداروں میں سائنسی علوم کی تحصیل کرتے ہیں مذہب کے حوالے سے یا تو شکوک و شبہات یا پھر بیزاری کا شکار نظر آتے ہیں۔ مذہب کے ساتھ ان کی وابستگی نہ ہونے کے برابر رہ جاتی ہے۔

سائنسی علوم سے بیزاری، نفرت اور اجتناب مسئلہ کا حل نہیں ہے۔ سیرت پاکؐ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ صحابہ کرام کو اس دور کے مروجہ علوم و فنون کے حصول کی تلقین کیا کرتے تھے۔[52] اسلامی تاریخ پر اگر نظر ڈالی جائے تو پتہ چلے گا کہ کئی سو سال تک مسلمان ماہرین علم دیگر علوم کے ساتھ سائنس کے میدان میں بھی دنیا کی امامت کرتے رہے ہیں۔ اگر حقیقت پسندی کا مظاہرہ کیا جائے تو جدید سائنسی علوم کی ایجاد کا سہرا بھی ان ہی کے سر جاتا ہے۔[53] ایسی صورت میں ہماری رویہ سائنس سے دوری کا نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ ملحدانہ افکار و نظریات یا ابہام کا شکار نوجوان جب کسی مذہبی عالم یا سکالر کے پاس اپنا مسئلہ لے کر آتے ہیں تو وہ اس کو حل کرنے کی بجائے اکثر اوقات مزید الجھا دیتے ہیں۔ ایسا اس لیے بھی ہوتا ہے کہ نہ تو ان کے پاس سائنس کا علم ہوتا ہے اور نہ ہی وہ اس کو اچھا جانتے ہیں۔ جب کہ سائل نہ صرف سائنسی علوم سے رغبت رکھتے ہیں بلکہ اس سے وابستہ بھی ہوتے ہیں۔ لہذا ضروری ہے کہ ہمارے ہاں ایسے ماہرین علم تیار کیے جائیں جو کہ نہ صرف مذہبی علوم پر دسترس رکھتے ہوں بلکہ سائنس سے بھی خاطر خواہ واقفیت کے حامل ہوں۔ اس سے یہ ہو گا کہ یا تو سائنسی نظریات کا مذہب کے حوالے سے پایا جانے والا ظاہری تضاد ختم ہو پائے گا، یا پھر جہاں مطابقت کا امکان ہو گا وہاں مطابقت ہو سکے گی اور جہاں اصلاح کی ضرورت ہو گی وہاں اصلاح ممکن ہو گی۔ اگر ہم کو سائنسی نظریات اور اس کا طریقہ کار کا علم ہی نہیں ہو گا تو پھر اس علم کی خوبیوں اور خامیوں کی نشاندہی بھی نہیں کر پائیں گے۔ نہ ہی جدید علوم سے استفادہ ممکن ہو پائے گا اور نہ ہی ہم نسل انسانی کو ملحدانہ افکار و نظریات اور الحاد سے بچا کر ان کی حقیقی فلاح و کامیابی کو ممکن بنا پائیں گے۔

3۔ پر حکمت دعوت اور نرمی

اسلام میں مذہبی رواداری کے حوالے سے پائی جانے والی تعلیمات کے پیچھے بھی یہی حکمت کار فرما ہے کہ شکوک و شبہات کے ازالہ اور دلی اطمینان اور رضامندی کے بغیر اختیار کیا جانے والا دین آپ کی زندگی میں مثبت تبدیلیوں کا باعث نہیں بن سکتا۔ نبی کریم ﷺ کی مکی زندگی کے تیرہ سالوں میں نازل ہونے والی وحی الہٰی اور آپ کی دعوت اسلام اس بات کی گواہ ہے آپ نے وہ سارا وقت لوگوں کے اذہان کے شکوک و شبہات کو رفع کر کے ان کو ایک خدا کی غیر مشروط اطاعت پر قائل کرنے کی جدوجہد میں ہی

گزارا۔ آج ہمیں بھی اسی طریقہ کو اختیار کرنا ہو گا۔ وہ ذہن جو اسلام کے حوالے سے ملحدانہ افکار و نظریات کا شکار ہیں ان کا علاج کرنے کے لیے اپنی علمی قابلیت کو تدبر و حکمت سے آراستہ کرنا ہو گا۔ ان کو نرمی و حکمت سے راہ راست پر لانا ہو گا۔ ان کے سوالات کے تسلی بخش جوابات کے لیے خود کو تیار کرنا ہو گا۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت و کردار کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے نہایت حکمت سے لوگوں کو اللہ کے دین کی دعوت دی۔ ان سے سختی اور ترشی کا معاملہ رکھنے کی بجائے نرمی اور محبت سے کام لیا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ آپ کے اس طرز عمل کی نشاندہی کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًۢا بَلِيْغًا ۝63[54]

(انہیں نصیحت کیجئے اور ایسی بات کہیں کہ جو ان کے دلوں میں اتر جائے)

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ ۭ[55]

4۔ شریعت پر عمل

ملحدانہ افکار و نظریات اور الحاد کی ایک اور وجہ مغربی تہذیبی یلغار ہے۔ چونکہ دنیا ایک گلوبل ولیج کی شکل اختیار کر چکی ہے لہذا مختلف تہذیبوں کے باہمی ٹکراؤ اور ملاپ کو روکا نہیں جا سکتا۔ مغربی تہذیب جن بنیادوں پر استوار ہے وہ مادیت پرستی ہے۔ مذہب سے بیزاری اور خواہشات کی تکمیل کی دوڑ اس کے ثمرات ہیں۔ مادیت پرستی کا شکار مغربی تہذیب کا تجزیہ مولانا محمد اسد کچھ یوں کرتے ہیں کہ اگرچہ مادہ اور مادے کو ترقی یافتہ فنی اصولوں کے مطابق مختلف شکلوں میں ڈھالنے کے بارے میں ہمارا علم بڑی وسعت اختیار کر گیا ہے۔ مگر خود انسان کے بارے میں ہم بری گمبھیر جہالت میں مبتلا ہیں اور ہم قطعاً اس قابل نہیں ہیں کہ انسان کے لیے کوئی ایسا مکمل اور جامع نظام بنا سکیں جو اس کے تمام پہلوؤں کو محیط ہو۔ جو انسانی طبیعت اور خصوصیات کے مناسب ہو اور جو ان خصوصیات کی نماء اور ترقی کے دوران حفاظت کر سکے اور ان میں باہمی تناسق اور اعتدال بر قرار رکھ سکے۔۔۔ ایک ایسی مادی تہذیب کا وجود جو نہ انسان کے لیے مناسب ہے اور نہ انسانی خصوصیات کو مد نظر رکھتی ہے۔ بلکہ یہ مادی تہذیب انسان کے ساتھ برتاؤ ان پیمانوں سے کرتی ہے جن کو خود اس کی اپنی سائنس اور اپنے علوم نے جنم دیا ہے۔ اور یہ مادی تہذیب انسان کے ساتھ برتاؤ حیوانی پیمانوں سے کرتی ہے۔ جن کو خود اس کی جانوروں کے بارے میں تحقیقات نے وجود بخشا ہے۔[56]

لہذا ضروری ہے کہ مسلمانوں کو اس بات کا احساس دلایا جائے کہ ان کے لیے صرف وہی طریقہ کامیابی کا ذریعہ بن سکتا ہے جس کو اللہ نے ان کے لیے مقرر کیا ہے۔ خواہشات نفسانی کی تکمیل کے لیے ملحدانہ افکار و نظریات دیئے گئے طرق قابل قبول نہیں ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا [57]

اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَاۗءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ۝23ۭ[58]

(درحقیقت یہ (کافر) لوگ محض وہم و گمان اور نفسانی خواہشات کے پیچھے چل رہے ہیں، حالانکہ ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے۔)

اللہ کی ہدایت کی پیروی نہ کرنے کا نتیجہ دنیا میں فساد ہی کی شکل میں نکل سکتا ہے۔ارشاد ہوتا ہے:

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَاۗءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ 71ۭ[59]

(اور اگر حق ان کی خواہشات کے تابع ہو جاتا تو آسمان اور زمین اور ان میں بسنے والے سب برباد ہو جاتے۔ نہیں، بلکہ ہم ان کے پاس خود ان کے لیے نصیحت کا سامان لے کر آئے ہیں، اور وہ ہیں کہ خود اپنی نصیحت سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔)

اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر اور اپنے بندوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ اسی کی اتباع کریں۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰي شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ 18؀[60]

(پھر ہم نے آپ کو ایک خاص طریقہ پر کر دیا سو آپ اس کا اتباع کیجیے اور ان لوگوں کی خواہشوں کا اتباع نہ کیجیے جو نہیں جانتے،)

وہ تمام لوگ جو اس راہ سے پھریں گے ان کے انجام کی نشاندہی کچھ یوں کی گئی ہے۔

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ 49؀ۙكَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ 50؀ۙ[61]

سو انہیں کیا ہوا کہ نصیحت سے روگردانی کرنے والے ہیں۔اس طرح جیسے وہ جنگلی گدھے ہوں۔

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ڏ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰي ١٢٣؁ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ١٢٤؁[62]

(سو اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو سو جس نے میری ہدایت کا اتباع کیا وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ شقی ہوگا۔ اور جس شخص نے میری نصیحت سے اعراض کیا سو اس کے لیے تنگی کا جینا ہوگا اور ہم اسے قیامت کے دن اس حالت میں اٹھائینگے کہ وہ اندھا ہوگا)

الغرض مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے معاشروں میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں کو نافذ کریں۔ تاکہ لوگ مغربی اور لادینی طور طریقوں سے بچیں۔اس بچاؤ کی وجہ سے لازماً ملحدانہ افکار و نظریات اور الحاد میں کمی واقع ہو گی۔سید ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں:

اس کا علاج اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس نظام تعلیم کو از سر نو ڈھالا جائے، اس کو مسلمان اقوام کے عقائد و مسلمات اور مقاصد اور ضروریات کے مطابق بنایا جائے۔ اس کے تمام علوم و مضامین سے مادہ پرستی، خدا بیزاری، اخلاقی و روحانی اقدار سے بغاوت اور جسم پرستی کی روح نکال کر اس میں خدا پرستی، خدا طلبی، آخرت کوشی، تقویٰ شعاری اور انسانیت کی روح پیدا کی جائے۔زبان و ادب سے لے کر فلسفہ و نفسیات تک اور علوم عمرانیہ سے لے کر معاشیات و سیاسیات تک سب کو ایک نئے سانچہ میں ڈھالا جائے۔ مغرب کے ذہنی تسلط کو دور کیا جائے۔ اس کی معصومیت و امامت کا انکار کیا جائے۔ اس کے علوم و نظریات کو آزادانہ

تنقید اور جرات مندانہ تشریح کا موضوع قرار دیا جائے۔ مغرب کی سیادت و بالاتری سے عالم انسانی کو جو عظیم الشان نقصان پہنچے ان کی نشان دہی کی جائے۔[63]

5۔ اعلیٰ اخلاق و کردار

ملحدانہ افکار و نظریات اور الحاد کی ایک وجہ افراد کے قول و فعل میں پایا جانے والا تضاد بھی ہے۔ دین کو ماننے والے اور اس کی دعوت دینے والوں کے عمل اور عقائد میں پایا جانے والا فرق بھی افراد کو ملحدانہ افکار و نظریات میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اس کا حل ہمیں نبی کریم ﷺ کی سیرت کے مطالعہ سے ملتا ہے۔ آپؐ نے ساری زندگی جس چیز کی دعوت دی خود اس پر سب سے پہلے عمل کر کے دکھایا۔ اگر آپ لوگوں کو سچ بولنے کی تلقین کرتے تھے تو خود آپ اس کے کہیں پہلے صادق اور امین کے لقب سے سرفراز ہو چکے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ معراج کے فوراً بعد جب کفار مکہ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اس واقعہ کی اطلاع دیتے ہوئے پوچھا کہ کیا تم اس پر یقین کروگے تو انھوں نے اقرار میں ایک لمحہ کی تاخیر نہ کی۔[64] آپؐ نے جس چیز کی طرف بھی لوگوں بلایا خود اس کا عملی نمونہ پیش کیا۔ لیکن آج جو اسلامی تعلیمات قرآن و سنت میں موجود ہیں ان کا اطلاق ہمیں شاذ و نادر ہیں نظر آتا ہے۔ کردار و اخلاق کی گراوٹ بھی لوگوں کو پہلے مذہب کے نمائندہ افراد اور پھر بالآخر مذہب سے بیزار کر دیتی ہے۔ کیونکہ ہمارے کسی بھی مذہب کو جاننے اور پرکھنے کا عمومی معیار اس کے نام لیواؤں کا عمل اور کردار ہوتا ہے۔ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے دعوتی طریق کو اپنایا جائے۔

6۔ امت مسلمہ کی تعلیم و تربیت

لاعلمی اور تربیت کی کمی ملحدانہ افکار و نظریات اور الحاد کا سبب بن جاتے ہیں۔ جب انسان کو اپنے مذہب کے حوالے سے ضروری معلومات حاصل نہیں ہوں گے تب ہی وہ آسانی سے ملحدانہ افکار و نظریات اور الحاد کا شکار ہو سکے گا۔ جب افراد معاشرہ کی تربیت اس نہج پر کی جائے کہ اس سے مذہب کی ضرورت و اہمیت اور اس کی صداقت ان پر عیاں ہو جائے تو ملحدانہ افکار و نظریات میں مبتلا ہونے کے امکانات بہت کم ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لیے خاطر خواہ اقدامات کیے۔ یہاں تک کہ مسجد نبوی کا ایک حصہ اسی امر کے لیے مختص کر دیا گیا۔[65] جن لوگوں کو دعوت و تبلیغ کا کام سپرد کیا جاتا تھا وہ لوگ تربیت یافتہ ہوتے تھے۔[66] یہاں تک کہ جو لوگ اسلام قبول کر لیتے نبی کریم ﷺ فوراً ان کی تعلیم و تربیت کا بندوبست فرماتے اور ایسے صحابہ کو ان پر مقرر کر دیتے جو ان کو اللہ کا دین سکھا سکیں۔[67] یہی طریقہ ہمیں آج اختیار کرنا ہو گا۔ تعلیمی اداروں اور بالخصوص گھروں میں بچوں کی ایسی تربیت کرنا ہو گی کہ مذہب کے بارے میں منفی جذبات ان کے اندر نمونہ پا سکیں۔ تعلیمی نصاب میں لادینی تصورات و نظریات کو اگر شامل کرنا ضروری ہو تو ان کے عیوب و نقائص سے بھی لازمی آگاہ کیا جائے تاکہ وہ اس قابل ہو جائیں کہ انسانی معاشروں میں مذہب کے کردار اور اس کی اہمیت سے کما حقہ آگاہ ہوں۔

خلاصہ بحث

عالم مغرب میں نشاۃ ثانیہ کے بعد جہاں عقل کو بالادستی حاصل ہوئی وہیں مذہب کے وجود کو بے شمار خطرات بھی لاحق ہونے شروع ہو گئے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی نے جہاں عقل کی اہمیت میں اضافہ کیا وہیں مذہب کی اہمیت کی گھٹاتے ہوئے انسانی ذہن میں مذہب کے حوالے سے کئی شکوک و شبہات کو جنم دیا۔ عقل کو جب حرف کل تسلیم کیا جانے لگا تو نہ صرف روحانیت اور مذہب کا وجود بے معنی ٹھہرا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس پر اعتراضات اور سوالات کی بوچھاڑ بھی ہونے لگی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہر گزرتے دن کے ساتھ مذہب کی حیثیت میں کمی اور شکوک و شبہات میں اضافہ ہونے لگ گیا۔

عصر حاضر میں ملحدانہ افکار و نظریات وانکار مذہب کا رجحان خاصا فروغ پا رہا ہے۔ سیکولزم اور ریشنلزم نے پوری دنیا کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے۔ سائنسی ایجادات اور دریافتوں نے مذاہب عالم کی تعلیمات پر کئی طرح کے سوالات اٹھا رکھے ہیں۔ جدید طبقہ جو کہ سائنسی علوم و فنون سے نہ صرف بہرہ ور ہو رہا ہے بلکہ بخوبی آگاہ بھی ہے ان کی جانب کھنچ رہا ہے اور مذہب سے دور ہو رہا ہے۔ اس کے نزدیک موجودہ دور میں اب مذہب کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ یہ ایک فرسودہ اور بے کار چیز ہے۔ مزید یہ کہ عقل کی بالاتری اور سائنس کی ترقی کی بدولت جو معاشرتی ارتقاء وقوع پذیر ہو چکا ہے اس نے انسانی تہذیب و تمدن میں ایک انقلاب برپا کر دیا ہے۔ زندگی گزارنے کے وہ طریقے جو الہامی تھے اب ان کو آؤٹ ڈیٹڈ قرار دیا جا رہا ہے۔ لہذا عقلی، سائنسی اور تہذیبی بنیادوں پر مذہب کا انکار یا ملحدانہ افکار و نظریات پروان چڑھ رہی ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ عقلی، سائنسی اور تہذیبی بنیادوں پر مذہب کے حوالے سے بڑھتی ہوئی ملحدانہ افکار و نظریات کا سدباب کیا جائے۔ اس کے لیے سب سے ضروری یہ ہے کہ ان جہات کو سامنے لایا جائے جو ملحدانہ افکار و نظریات یا انکار مذہب کی بنیاد بن رہی ہیں۔ ان کی روک تھام لیے سیرت النبیؐ کی روشنی میں مناسب لائحہ عمل تشکیل دیا جائے۔ حضور اکرم ﷺ نے جس طرح اس دور کی نفسیات اور حالات کو سامنے رکھتے ہوئے تبلیغ و فروغ اسلام کے لیے جو حکمت عملی اپنائی اس کو مشعل راہ بناتے ہوئے دور جدید میں مذہب کی لڑکھڑاتی ہوئی عمارت کو سہارا دیا جائے۔ جدید ذہن کی ملحدانہ افکار و نظریات کو ختم کرنے کے لیے ہمیں لازماً اسوۃ حسنۃ سے رہنمائی حاصل کرنا ہو گی۔ قرآن کی دی ہوئی غور و فکر کی دعوت کو اپنا ہتھیار بنانا ہو گا۔ اپنے آپ کو علم و ہنر کے ہتھیاروں سے خوب لیس کرنا ہو گا تا کہ مذہب کے خلاف لڑی جانے والی اس جنگ میں اس کا دفاع ممکن ہو سکے۔ اپنے اخلاق و کردار میں پائے جانے والے تضاد کو ختم کر کے اخلاق نبویؐ کو اپنانا ہو گا تا کہ قول و فعل کی دوئی سے پیدا ہونے والی ملحدانہ افکار و نظریات کو ختم کیا جا سکے اور لوگوں پر دین اسلام کی حقانیت واضح کر کے ان کو اس کے قریب لایا جائے۔ اس مقصد کے لیے ضروری ہے کہ امت مسلمہ خصوصاً نوجوان نسل اور بچوں کی مذہبی تعلیم و تربیت کی طرف خصوصی توجہ دی جائے۔ تا کہ مغربی تہذیب کی یلغار کے لادینی اثرات سے وہ اس حد تک متاثر نہ ہوں کہ مذہب کے حوالے ملحدانہ افکار و نظریات یا الحاد کا شکار ہوں۔

حوالہ جات

[1]: ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم بن علی، لسان العرب، ج:3، ص:889، مرتضی الزبیدی، محمد بن محمد بن عبد الرزاق الحسینی، تاج العروس، ج:1، ص:419

Ibn e Manzoor Afriqi, Muhammad bin Mukarram Ali, Lisaan ul Arab, V:3, Pg:889; Murtaza Zabaidi, Muhammad bin Muhammad bin Abdul Razzaq Al Hussaini, Taj ul Aroos, V:1, Pg: 419

[2]: الراغب الاصفہانی، ابو القاسم الحسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، ج:1، ص:737

Ragib Asfahani, Abu Al Qasim Hussain bin Muhammad, Al Mufridaat fi Ghareeb ul Quran, V:1, Pg: 737

[3]: الاعراف 7: 180

Al-Airaaf 7: 189

[4] https://www.merriam-webster.com/dictionary/atheist accessed on : 12/06/2022

[5] https://en.oxforddictionaries.com/definition/atheist Accessod on : 15/06/2022

[6] : Jones, W.T. A history of Western Philosophy. New York: Harcourt, Brace, 1952, p.60

[7] : Popkin, Richard H.. "Skepticism" in Paul Edwards, ed., The Encyclopedia of Philosophy, vol.7. New York: Macmillan, 1967. p449

[8] : Allan Hazlett, A Critical Introduction to Skepticism. London: Bloomsbury, 2014. p5

[9] : Popkin, Richard H.. The History of Skepticism from Erasmus to Spinoza. Barkeley: University of California Press, 1979. p28

[10] : Popkin, Richard H.. The History of Skepticism from Erasmus to Spinoza. p40-46

[11] : ibid.p 214

[12] :Allan Hazlett, A Critical Introduction to Skepticism. p184

[13] : Popkin, Richard H.. "Skepticism".p 127

[14] : Panayot, Butchvarov. Skepticism about the External World. London: Oxford University Press, 1998.p316

[15] : Keysar, Ariela. Religious/ Non-Religious Demography". New York: Oxford University Press, 2016.p 173

[16] : ibid

[17]Keysar, Ariela. Religious/ Non-Religious Demography".

[18] : The Global Religious Landscape- Religiously Unaffiliated" Pew Research Centre, December 2012

[19] : ibid

[20] : Global Index of Religion and Atheism" Win/Gallup International. 13 March, 2015

[21] : ibid

[22] : Pew Forum on Religion: Public Life. " The Global Religious Landscape". December 18, 2018

[23] : Russell, Bertrand. History of Western Philosophy. P 511

[24]: وحید الدین خان، مولانا، مذہب اور جدید چیلنج، ملک کمپنی، لاہور، 2010، ص:18

Wahid ud Din Khan, Moulana, Mazhab our Jadeed Challenge, Malik Company, Lahore, 2010, Pg: 18

[25] : www.bbc.uk/religion/religions/ atheism/types/rationalism.sthm.10/02/2022

[26] : قطب شہید، سید، اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل، مترجم: ساجد الرحمن صدیقی، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، 2015، ص:63

Qutab Shadeed, Sayed, Islam our Magrib ky Tahzeebi Masail, Trans: Sajid ur Rehman Sadiqui, Maktaba Tameer e Insaniyat, Lahore, 2015, Pg: 63

[27] : Dewit, Richard. Worldview. New York: Blackwell Publishing Ltd. 2003. P139

[28] : وحید الدین خان، مولانا، مذہب اور جدید چیلنج، ص:38-36

Wahid ud Din Khan, Moulana, Mazhab aur Jadeed Challenge, Pg: 36-38

[29]: اس سے مراد ہے کہ آج سے 13.5 ملین سال پہلے یہ کائنات موجود نہیں تھی۔ مادہ موجود نہیں تھا۔ یہاں تک کہ ہر سو خاموشی اور اندھیرا تھا۔ صرف اور صرف توانائی کا وجود تھا۔ یکایک ایک دھماکہ ہوا جس کے نتیجے میں اس کائنات کی تخلیق کا آغاز ہوا۔ مختلف عناصر وجود میں آئے۔ گیسوں اور مادہ کے ملاپ سے ستارے اور سیارے وجود میں آئے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب انسانی زندگی کے آغاز کے لیے مناسب ماحول میسر آیا تو زندگی نے بہت ہی سادہ شکل میں جنم لیا۔ جس میں وقت کے ساتھ ساتھ تنوع اور پیچیدگی آتی چلی گئی۔

[30] : Dewit, Richard. Worldview. P201

[31] : Ecklund, Elaine Howard. Regligion Vs. Science.London: Oxford University Press.2005. p.135

[32] : ibid.

33: Richard, Thomas. Religion and the Scientific Outlook. New York: Allen and Unwin, 1959 p.20

34 : Huxley, Julian.Religion without Revelation.London: Great mind series, 1927.P.58

35 : Cole, G.D.H.. History of Socialist Thoughts, Maacmillan: St Martin's Press, 2003. P34-38

36 : ibid

37 : Dressler, Markus. Secularism and Religion- Making. London : Oxford University Press, 2011. P 109-112

38 : ابوالحسن علی ندوی، سید، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، مجلس نشریات اسلامی، کراچی، 2008ء، ص:289

Abu Al Hasan Ali Nadvi, Sayed, Muslim Mumalik Main Islamiyat Aur Magrabiyat ki Kashmakash, Majlis Nashriyat e Islami, Karachi, 2008, Pg: 289

39 : قطب شہید، سید، اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل، ص:118

Qurab Shaheed, Sayed, Islam aur Maghrib ky Tahzeebi Masail, Pg: 118

40 : Asad Muhammad. Islam at the Cross Road. Kuala Lampur: The Other Press, 1982 P.30

41: البقرہ2: 143

Al-Baqara 2: 143

42 : قطب شہید، سید، اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل، ص:14

Qurab Shaheed, Sayed, Islam aur Maghrib ky Tahzeebi Masail, Pg: 14

43: ایضاً، ص:21

Ibid, Pg: 21

44 :www.bbc.uk/religion/religions/ atheism/types/rationalism.sthm.10/02/2022

45: النساء4: 82

Al-Nisa 4: 82

46 : الاعراف7: 185

Al-Airaaf 7: 185

47: الرعد13: 3

Al-Rayd 13: 3

48: البقرہ2: 266

Al-Baqara 2: 266

[49]: البقرہ2: 260

Al-Baqara 2: 260

[50]: Richard, Thomas. Religion and the Scientific Outlook.p 22

[51]: وحید الدین خان، مولانا، مذہب اور جدید چیلنج، ص:48

Wahid ud Din Khan, Moulana, Mazhab aur Jadeed Challenge, Pg: 36-38

[52]: امام بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب العلم، دار احیاء العلوم، بیروت، 1994ء ج:1، ح:68

Bukari, Muhammad bin Ismail, Imam, Al-Jami us Sahih, Kitab ul Ilm, Dar Ahyaa ul Ilm, Berut, 1994, V: 1, Hadith: 68

[53]: ابو علی عبد الوکیل، اسلام، سائنس اور مسلمان، مکتبہ ندوہ، کراچی، 2007ء، ص:9

Abu Ali Abdul Wakeel, Islam, Science aur Muslman, Maktaba Nadva, Karachi, 2007, Pg:9

[54]: النساء4: 63

Al-Nisa 4: 63

[55]: النحل16: 125

Al-Nakhal 16 : 125

[56]: قطب شہید، سید، اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل، ص:3

Qutab Shaheed, Syed, Islam aur Magrib ky Tahzeebi Masail, Pg: 3

[57]: الروم30 : 6-7

Al- Room, 30: 6-7

[58]: النجم53: 23

Al-Najam 53: 23

[59]: المومنون23: 71

Al-Mominoon, 23: 71

[60]: الجاثیہ45: 18

Al- Jasia 45: 18

[61]: المدثر74: 49-50

Al-Mudassir, 74 : 49-50

[62]: طٰہٰ20: 123-124

Taha 20: 123-124

[63] : ابوالحسن علی ندوی، سید، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، ص:252

Abu Al Hasan Ali Nadvi, Sayed, Muslim Mumalik Main Islamiyat Aur Magrabiyat ki Kashmakash, Pg: 252

[64] : ابن ہشام، ابو محمد بن ملک بن ہشام (م213ھ)، سیرت النبیؐ ابن ہشام، دار احیاء العلوم، بیروت، 1994ء، ج1، ص416

Ibn e Hasham, Abu Muhammad bin Malak bin Hassham, Seerat ul Nabi Ibn e Hasham, Dar Ahya ul Uloom, Berot, 1994, V:1, Pg: 416

[65] : ابوداؤد، سلیمان بن اشعث (م275ھ)، سنن ابوداؤد، کتاب العلم، دار السلام للنشر والتوزیع، ریاض، 1998ء، ج2، 79

Abu Dawod, Suleman bin Ashaat, Sunan Abu Dawood, Kitab ul Ilm, Dar ul Salaam lil Nashar wa Touzeeh, Riyaz, 1998, V:2, Hadith: 79

[66] : امام مسلم، مسلم بن حجاج قشیری (م261ھ)، الجامع الصحیح، کتاب الامارۃ، دار السلام للنشر والتوزیع، ریاض، 2002، ج:2، ح:4816

Imam Muslim, Muslim bin Hajjaj Qashairi, Al Jami us Sahih, Kitab ul Ammara, Dar ul Salaam lil Nashar wa taouzeeh, Riyaz, 2002V:2, Hadith: 4816

[67] : ابن سعد، ابو عبداللہ محمد بن سعد البصری (م230ھ)، طبقات ابن سعد، دار احیاالتراث العربی، بیروت، لبنان، 2005ء ج1، ص380

Ibn e Saad, Abu Abdullah Muhammad bin Saad Al Basri, Tabqaat Ibn e Saad, Dar Ahya ul Turaas Al Arbi, Berut, 2005, V: 1, Pg: 380